دعاء افتتاح میں ”ثناء“ پڑھنا مسنون ہے ★ قیام میں دونوں پیروں کے درمیان کتنا فاصلہ ہونا چاہیئے؟

ابوعبیدہؒ (المتوفی ۸۰ ہجری) کا اپنے والد عبداللہ ابن مسعود (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے سماع ثابت ہے۔

ALIJMA
FOUNDATION

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

دعائے استفتاح صلاۃ میں "ثناء" پڑھنا مسنون ہے۔

-مفتی ابن اسماعیل المدنی

نبی اکرم ﷺ سے تکبیر تحریمہ کے بعد مختلف دعائیں پڑھنا منقول ہے، جن میں سے ایک مشہور دعاء یہ ہے:

سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك۔

نوٹ:

مسائل نماز سے متعلق، اردو کتابوں میں اس دعائے ماثورہ کو "ثناء" کا نام دیا جاتا ہے، اختصار کے پیش نظر، آگے اس مضمون میں بار بار پوری دعا نقل کرنے کے بجائے، ہم صرف "ثنا" لکھا کریں گے۔

جمہور علماء کرام کے نزدیک استفتاح صلاۃ کے موقع پر یہی دعاء پڑھنا مختار وپسندیدہ ہے۔

امام ترمذیؒ (م۲۷۹ھ) فرماتے ہیں:

وأما أكثر أهل العلم، فقالوا: إنما يروى عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه كان يقول: سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك وهكذا روي عن عمر بن الخطاب وعبد الله بن مسعود والعمل على هذا عند أكثر أهل العلم من التابعين وغيرهم۔

اکثر اہل علم کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ سے منقول ہے کہ آپ ﷺ سبحانک اللہ الخ یعنی "ثناء" پڑھتے تھے، اسی طرح حضرت عمرؓ وحضرت ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہے، تابعین وغیر تابعین میں سے اکثر اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔ **(سنن ترمذی: حدیث ۲۴۲)**

عرب عالم **شیخ محمد نعیم ساعي** کہتے ہیں:

مسألة (۲۱۴) جمهور أهل العلم على أن المستحب في دعاء الاستفتاح هو "سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك وتعالى جَدُّك ولا إله غيرك". وبه قال عمر بن الخطاب وعبد الله بن مسعود والثوري وإسحاق وأبو حنيفة وأصحابه.

قلت: وهو مذهب أحمد - رحمه الله - تعالى.

مسئلہ نمبر (۲۱۴) جمہور اہل علم کے نزدیک دعائے استفتاح میں ثنا پڑھنا مستحب ہے، یہی حضرت عمر بن الخطابؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، سفیان ثوریؒ، اسحاق بن راھویہؒ، ابو حنیفہؒ اور آپ کے شاگردوں کا بھی قول ہے۔

میں کہتا ہوں یہی امام احمدؒ کا بھی مذہب ہے۔ **(موسوعۃ مسائل الجمہور: فی الفقہ الاسلامی: ۱/ ۱۵۴، مسئلۃ: ۲۱۴)**

دعائے استفتاح صلاۃ میں "ثنا" پڑھنے کے دلائل درجِ ذیل ہیں:

دلیل نمبر ۱:

قرآن کریم سے دلیل:

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِينَ تَقُومُ"

اور اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح بیان کیجئے جب آپ کھڑے ہوں۔ **(سورہ طور: ۴۸)**

امام ابن کثیرؒ **(م ۷۷۴ھ)** اور دوسرے مفسرین نے اس کی تفسیر میں کئی اقوال نقل کئے ہیں، جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ: جب آپ نماز کیلئے کھڑے ہوں تو "ثناء" پڑھیے۔

یہ تفسیر امام ضحاک بن مزاحم الھلالیؒ **(م ۱۰۶ھ)**، امام ربیع بن انس البکریؒ **(م ۱۴۰ھ)** اور عبد الرحمن بن زید بن اسلمؒ **(م ۱۸۲ھ)** وغیرہ مفسرین سے منقول ہے، امام عز بن عبد السلامؒ **(م ۶۶۰ھ)**، امام حافظ الدین نسفیؒ **(م ۷۱۰ھ)** نے بھی یہی تفسیر فرمائی ہے۔

امام ابن کثیرؒ **(م ۷۷۴ھ)** فرماتے ہیں:

وقوله تعالى: وسبح بحمد ربك حين تقوم قال الضحاك: أي إلى الصلاة. سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك. وقد روي مثله عن الربيع بن أنس وعبد الرحمن بن زيد بن أسلم وغيرهما۔

(تفسیر ابن کثیر : ۷/۴۰۷،العلمیۃ)(الدر المنثور : ۷/۶۳۷)(تفسیر القرآن الکریم للمقدم: ۱۰/۱۴۴)(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲۴۱۷)(تفسیر العز بن عبد السلام : ج۳: ص ۲۴۱)(تفسیر النسفی : ج۳: ص ۳۸۸) وغیرھم۔ [1]

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ کی سند یوں ہے:

حدثنا أبو بکر قال: نا ھشیم قال: أنا جویبر عن الضحاك في قوله: {وسبح بحمد ربك حين تقوم} قال: حين تقوم إلى الصلاة تقول هؤلاء الكلمات: سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك۔(مصنف ابن ابی شیبۃ: حدیث نمبر ۲۴۱۷)

اس کی سند میں امام ضحاکؒ اور جویبر پر کلام کیا گیا ہے، مگر ضحاکؒ (م۱۰۶ھ) جمہور کے نزدیک صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۹۷۸، الکاشف)**

اسی طرح عبد الرحمن بن زید بن اسلمؒ انہوں نے بھی اس آیت کی یہی تفسیر فرمائی ہے، ان کی بھی تضعیف کی گئی ہے۔ **(تقریب: ۳۸۶۵)**

ایک اہم اصول:

امام یحییٰ بن سعید القطانؒ (م۱۹۸ھ) فرماتے ہیں:

تساهلوا في أخذ التفسير عن قوم لا يوثقونهم في الحديث. ثم ذكر الضحاك وجويبرًا ومحمد بن السائب. وقال: هؤلاء لا يحمل حديثهم، ويكتب التفسير عنهم۔

علماء نے ایسے کئی لوگوں سے تفسیر نقل کرنے میں نرمی برتی ہے، جن کو وہ حدیث میں ثقہ نہیں مانتے، پھر ضحاکؒ، جویبرؒ، اور محمد بن السائب کا نام ذکر کیا، اور کہا ان سے حدیث نہیں لی جائے گی، البتہ ان سے تفسیر لکھی جائے گی۔ **(تہذیب التہذیب: ۲/۱۲۴)**

امام خطیب بغدادیؒ (م۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

أن العلماء قد احتجوا في التفسير بقوم لم يحتجوا بهم في مسند الأحاديث المتعلقة بالأحكام وذلك لسوء حفظهم الحديث وشغلهم بالتفسير فهم بمثابة عاصم بن أبي النجود حيث احتج به في القراءات دون الأحاديث المسندات لغلبة علم القرآن عليه فصرف عنايته إليه۔

یقیناً علماء نے تفسیر میں ایسے لوگوں سے حجت پکڑی ہے، جن کی حفظِ حدیث کی کمزوری اور تفسیر میں مشغولی کی وجہ سے، احکام سے متعلق ان کی احادیث مسندہ سے احتجاج نہیں کیا، پس وہ عاصم بن ابی النجودؒ کی طرح ہیں، جن کا قول، قراءات میں تو حجت ہے، لیکن احادیث مرفوعہ میں نہیں، اس لئے کہ ان پر علم قرآن کا غلبہ تھا، پس انہوں نے اپنی ساری توجہ اسی جانب مرکوز کی ہوئی تھی۔ **(الجامع لأخلاق الراوی وآداب السامع: ۲/۱۹۴، حدیث ۱۵۸۷)**

دلیل نمبر ۲ :

احادیث سے دلائل:

حضرت نبی اکرم ﷺ اور کئی صحابہ کرامؓ سے، نماز کے شروع میں اس دعاء کو پڑھنا ثابت ہے:

امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (م ۳۸۵؁ھ) کہتے ہیں:

حدثنا محمد بن نوح الجنديسابوري, ثنا هارون بن إسحاق, ثنا ابن فضيل, و حفص بن غياث, عن الأعمش, عن إبراهيم, عن الأسود قال: كان عمر رضي الله عنه إذا افتتح الصلاة, قال: سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك يسمعنا ذلك ويعلمنا۔

حضرت اسودؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نماز کے شروع میں ثناء پڑھتے تھے، ہمیں سناتے اور سکھاتے تھے۔ **(سنن دار قطنی: ج ۲: ص ۶۵، حدیث نمبر ۱۱۵۳، ولفظہ لہ، مسلم: ۳۹۹، مصنف عبد الرزاق: ۲/ ۷۵، رقم ۲۵۵۷)**

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (م ۳۸۵؁ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام)**

(۲) محمد بن نوح الجنديسابوري الفارسیؒ (م ۳۲۱؁ھ) **الامام، الحافظ، الثبت۔ (سیر: جلد ۱۵: صفحہ ۳۴، رقم ۱۸)**

(۳) **هارون بن إسحاق الهمدانیؒ (م ۲۵۸؁ھ): صدوق۔ (تقریب: رقم ۷۲۲۱) وقال الذهبیؒ: حافظ ثقة، متعبد۔ (الکاشف)**

لہذا مصنف والی سند مقبول ہے۔

مزید تفصیل کیلئے دیکھئے:

سلفی عالم شیخ خالد بن عبد العزیز الباتلی کی تفسیر۔ **(التفسیر النبوی: ۱/ ۱۱۳)**

سلفی عالم و مفسر شیخ مساعد الطیار کا محاضرہ۔ **(لقاءات ملتقی اهل الحدیث بالعلماء: ۱۳/ ۶)**

(۴) محمد بن فضیل بن غزوانؒ (م ۱۹۵؁ھ): صدوق، عارف۔(تقریب: ۶۲۲۷)، **وقال الذهبی علیہ السلام۔ ثقه شيعي۔ (الكاشف)**

(۵) حفص بن غیاث: **ثقة، فقيه، تغير حفظه قليلا في الآخر۔ (تقریب: ۱۴۳۰)**

(۶) **أما الأعمش**ؒ (م ۱۴۸؁ھ)

(۷) **و إبراهيم بن يزيد النخعی**ؒ (م ۹۶؁ھ)

(۸) **و الأسود بن يزيد النخعی**ؒ (م ۷۵؁ھ) **فائمة ثقات مشهورون۔** دیکھئے: **(التقریب لابن حجر، الکاشف للذہبی)**[2]

(۹) عمر بن خطابؓ (م ۲۲؁ھ) مشہور صحابی رسول، امیر المومنین اور خلفاء راشدین میں سے ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴؁ھ) نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ **(مسند الفاروق: ج ۱: ص ۱۶۷)**

اس سے عمرؓ کا نماز کے شروع میں اس دعا کے پڑھنے اور اس کے سکھانے کے اہتمام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ حضرت عمرؓ اسے تعلیم دینے کی غرض سے بآواز بلند پڑھتے، جیسا کہ سنن دار قطنی کی روایت گزر چکی۔

حضرت عمرؓ کا یہ اثر حکماً مرفوع ہے:[3]

غیر مقلد عالم و محدث شیخ البانیؒ لکھتے ہیں:

ولقد بلغ اهتمام عمر الفاروق بإذاعة هذا الحديث وتبليغه إلى الناس إلى درجة أنه كان يرفع صوته بما فيه ليتعلمه الناس ۔۔۔۔۔ وهو يعلم أن السنة الإسرار بدعاء الاستفتاح حرصا منه على تعليمهم۔

---

[2] یاد رہے کہ امام اعمشؒ (م ۱۴۸؁ھ) کی عنعنہ والی روایت مقبول ہے۔ **(الاجماع: ش ۳: ص ۲۳۸)**، اور امام ابراہیم النخعیؒ (م ۹۶؁ھ) کی عنعنہ بھی صحت حدیث کے منافی نہیں ہے۔ **(الاجماع: ش ۳: ص ۲۵۴)**

[3] نیز اس بات کی تائید المعجم الاوسط للطبرانی کی روایت **"وكان عمر بن الخطاب يفعل ذلك وكان عمر يعلمنا ويقول: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقوله"** سے بھی ہوتی ہے۔ **(ج ۱: ص ۳۰۵، حدیث نمبر ۱۰۲۶**، واسنادہ لین)

عمر فاروقؓ کو اس حدیث کی اشاعت اور لوگوں تک اسے پہنچانے کا اس درجہ اہتمام تھا کہ اس میں ذکر کردہ دعا کو باآواز بلند پڑھتے، تاکہ لوگ اسے سیکھ لیں، حالانکہ آپؓ جانتے تھے کہ دعاء استفتاح کو پست آواز سے پڑھنا سنت ہے، (لیکن) لوگوں کو تعلیم دینے کی حرص میں (آپ اسے زور سے پڑھتے)۔ **(سلسلہ صحیحہ: ۶/۱۲۵۷، رقم ۲۹۹۶)**

سلفی عالم شیخ ابو عبد الرحمن عبیلانؒ کہتے ہیں:

قال شيخ الإسلام رحمه الله: وأيضا، فقد كان عمر رضي الله عنه يجهر بسبحانك اللهم وبحمدك، يعلمها الناس، ولولا أن النبي - صلى الله عليه وسلم - كان يقولها في الفريضة، ما فعل ذلك عمر، وأقره المسلمون۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ **(م ۷۲۸ھ)** نے کہا:

اور یہ بھی کہ، حضرت عمرؓ ثنا زور سے پڑھتے تھے، لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے، اگر نبی اکرم ﷺ اس دعا کو فرض نمازوں میں نہ پڑھا کرتے، تو حضرت عمرؓ اس دعا کو باآواز بلند نہ پڑھتے اور نہ مسلمان (صحابہ کرام و تابعین عظام) انہیں اس پر باقی رکھتے۔ **(مجموع الفتاویٰ: ۲۲/۳۴۴، رد الجمیل عن إرواء الغلیل: صفحہ ۲۳۰)**

اس سے معلوم ہوا کہ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کے نزدیک، فرض نمازوں میں ثنا پڑھنا، نبی اکرم ﷺ کی عادت مستمرۃ تھی۔

دلیل نمبر ۳:

امام ابو القاسم الطبرانیؒ **(م ۳۶۰ھ)** فرماتے ہیں:

حدثنا محمود بن محمد الواسطي، ثنا زكريا بن يحيى زحمويه، ثنا الفضل بن موسى السيناني، عن حميد الطويل، عن أنس بن مالك، رضي الله عنه قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا استفتح الصلاة قال: سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك، وتعالى جدك، ولا إله غيرك۔

خادم رسول اللہ ﷺ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو "ثناء" پڑھتے۔ **(الدعاء الطبرانی: صفحہ ۱۷۳، رقم الحدیث ۵۰۶)**

سند کی تفصیل:

(۱) امام ابو القاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰؁ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام)**

(۲) محمود بن محمد الواسطيؒ (م ۳۰۷؁ھ) بھی ثقہ ہیں۔ **(الدلیل المغنی: صفحہ ۴۵۱، رقم الترجمہ: ۵۰۰)**

(۳) **زکریا بن یحیی زحمویہ**ؒ (م ۲۳۵؁ھ) بھی ثقہ راوی ہیں۔ **(الکامل فی الضعفاء: ۳۰۵/۲، ترجمۃ ثابت بن موسیٰ الکوفی: رقم الترجمۃ ۳۰۷۔ وایضاً: ۵۶۸/۷، ترجمۃ ابی الحسن الباھلی المؤدب، رقم: ۱۷۹۲، ذیل میزان الاعتدال: صفحہ ۱۰۷، رقم الترجمہ ۳۹۱، لسان ۴۸۴/۲، ترجمۃ زکریا الملقب بخراب، مصباح الاریب: ۴۶۵/۱، رقم ۹۹۳۸، کتاب الثقات للقاسم: ج ۴: ص ۳۲۹)**

(۴) الفضل بن موسی **السیناني** المروزیؒ (م ۱۹۲؁ھ) صحیحین کے راوی اور **ثقة**، ثبت ہیں۔ **(تقریب: ۵۴۱۹)**

(۵) حمید الطویل البصریؒ (م ۱۴۳؁ھ) بھی صحیحین کے راوی اور **ثقة**، مدلس ہیں۔ **(تقریب: ۱۵۴۴)**[4]

(۶) انس بن مالکؓ (م ۹۳؁ھ) مشہور صحابی رسول ہیں۔

لہذا یہ سند صحیح ہے۔[5]

---

[4] اس روایت میں حمید الطویل البصریؒ (م ۱۴۳؁ھ) پر تدلیس کا الزام مردود ہے، کیونکہ ان کے متابع میں عائذ بن شریحؒ موجود ہیں، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

[5] عصر حاضر کے بعض علماء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ فضل سینانیؒ کا حمید الطویلؒ سے لقاء ثابت نہیں، اسی وجہ سے امام حمید الطویلؒ کے شاگردوں میں فضل سینانیؒ کا اور فضل سینانیؒ کے اساتذہ میں حمید الطویلؒ کا تذکرہ موجود نہیں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ:

(۱) اس سند میں الفضل بن موسیٰ السینانیؒ تک تمام رواۃ، ثقہ، اور غیر مدلس ہیں، لہذا ان تک سند صحیح و متصل ہے۔

(۲) الفضل بن موسی **السیناني** المروزیؒ کی پیدائش (م ۱۱۵؁ھ) اور وفات (م ۱۹۲؁ھ) میں ہے، جب کہ حمید الطویل البصریؒ کی پیدائش (م ۶۸؁ھ) میں اور وفات (م ۱۴۳؁ھ) ہے، یعنی حمیدؒ کی وفات کے وقت سینانیؒ کی عمر ۲۸ سال تھی۔

لہذا یہاں امکانِ لقاء موجود ہے۔

دلیل نمبر ۴ :

امام ابو یعلی موصلیؒ (م۳۰۷ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا الحسين بن الأسود، حدثني محمد بن الصلت، حدثنا أبو خالد الأحمر، عن حميد، عن أنس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلاة كبر ورفع يديه حتى يحاذي بإبهاميه أذنيه، ثم يقول: سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك، وتعالى جدك، ولا إله غيرك۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو تکبیر کہتے اور ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ کے دونوں انگوٹھے کانوں کے برابر ہو جاتے، پھر ثنا پڑھتے۔

سند کی تحقیق:

(۱) امام ابو یعلی موصولیؒ (م۳۰۷ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(کتاب الثقات للقاسم: ج ۱: ص ۴۳۰)**

پھر سینانیؒ کے اکثر اساتذہ صغارِ تابعین کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں، میزان میں ہے: **أحد العلماء الثقات يروي عن صغار التابعين**، علماء ثقات میں سے ہیں، صغارِ تابعین سے روایت کرتے ہیں۔ **(میزان الاعتدال: جلد ۳: صفحہ ۳۶۰، رقم: ۶۷۵۴)**

اور امام حمیدؒ بھی صغارِ تابعین کے طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ **(تقریب: ۱۵۴۴)**

(۳) نیز "**الفضل بن موسى السيناني، عن حميد**" کی سند کے متابع میں ۲، ۲ راوی ابو خالد الاحمرؒ اور مخلد بن یزید القرشی ابو یحییٰ موجود ہیں-، جس کی تفصیل آگے آرہی ہے۔ لہذا یہ اعتراض باطل و مردود ہے۔

شیخ البانیؒ کا اعتراف:

اور غیر مقلد عالم و محدث شیخ البانیؒ حضرت انسؓ کی اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں "**فللحديث اصل أصيل عن أنس بن مالك ؓ**" یعنی حضرت انسؓ سے اس حدیث کی مضبوط اصل موجود ہے۔ **(ارواء الغلیل: جلد ۲: صفحہ ۵۳، ۳۴۱)**

(۲) الحسین بن علی بن الاسود، ابو عبد اللہ العجلیؒ (م ۲۵۴ھ) صدوق ہیں۔

امام ابو حاتمؒ نے ان کو صدوق کہا اور ان سے روایت لی ہے، اسی طرح امام ابن الجوزیؒ، امام ابن عبد الہادیؒ، امام موفق الدین ابن قوامہؒ نے ان ثقہ قرار دیا ہے، ابن حبانؒ نے ثقات میں شمار کیا اور کہا وہ کبھی کبھی غلطی کرتے تھے، اور ان سے اپنی صحیح میں روایت بھی نقل کی ہے، اسی طرح کبار محدثین مثلاً امام ابو داودؒ، امام بقی بن مخلدؒ وغیرہ حضرت نے الحسینؒ سے روایت لی ہے، اور امام ابو داودؒ، امام بقی بن مخلدؒ اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت لیتے ہیں، جیسا کہ غیر مقلدین کا اصول ہے۔ (**اتحاف النبیل: ج ۲: ص ۱۲۷، ۹۲، من لا یروی الا عن ثقۃ لابی عمرو الوصابی: ص ۲۲۶، ۲۴۷**) محمد بن عبد اللہ بن نمیرؒ کہتے ہیں کہ مجھے امید ہے کہ وہ صدوق ہیں، امام دار قطنیؒ نے بھی ان کو ثقہ کہا ہے۔ (**التَّرَاجِمُ السَّاقِطَةُ مِنْ كِتَابِ إِكْمَالِ تَهْذِيبِ الكَمَالِ لمُغْلَطَاي : ص ۱۵۳، التذييل علي كتب الجرح والتعديل: ص ۷۸، شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص ۱۳۶۵، تنقیح التحقیق لابن عبد الھادی: ج ۲: ص ۱۵۲، شرح ابو داود للعینی: ج ۳: ص ۳۹۱، عمدۃ القاری: ج ۵: ص ۲۹۶، نخب الافکار: ج ۳: ص ۵۳۰**)

امام ابن تیمیہؒ نے اس سند کو مضبوط اور امام مغلطائی نے صحیح کہا ہے۔ (**شرح عمدہ لابن تیمیہ: صفۃ الصلاۃ: ص ۸۰، شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص ۱۳۶۵**) یعنی حافظ ابن تیمیہؒ اور حافظ مغلطائی کے نزدیک بھی الحسین بن علی بن الاسود، ابو عبد اللہ العجلیؒ (م ۲۵۴ھ) ثقہ ہیں، جیسا کہ غیر مقلدین کا اصول ہے۔ (**الاجماع: ش ۴: ص ۲**)

لہذا الحسین بن علی بن الاسود، ابو عبد اللہ العجلیؒ (م ۲۵۴ھ) صدوق اور حسن الحدیث ہیں۔ واللہ اعلم

(۳) محمد بن الصلت الاسدیؒ (م ۲۲۰ھ) صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۹۷۰**)

(۴) ابو خالد احمرؒ (م ۱۹۰ھ) صحیحین کے راوی، صدوق و حسن الحدیث ہیں۔ (**تحریر تقریب التھذیب: ج ۲: ص ۶۵**)[6]

(۵) حمید الطویل البصریؒ (م ۱۴۳ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۶) انس بن مالکؓ (م ۹۳ھ) مشہور صحابی رسول ہیں۔

---

[6] معلوم ہوا کہ دلیل نمبر ۳ کی روایت میں حمید الطویل سے روایت کرنے میں **الفضل بن موسی السيناني** منفرد نہیں ہے، بلکہ صدوق امام، ابو خالد الاحمرؒ (م ۱۹۰ھ) ان کے متابع میں موجود ہیں۔ لہذا "**الفضل بن موسی السيناني، عن حميد**" کی سند کو منقطع کہنا باطل ہے۔

لہذا یہ سند حسن ہے، امام ابن تیمیہؒ نے اس سند کو مضبوط اور امام مغلطائی نے صحیح کہا، جیسا کہ حوالے گزر چکے۔

دلیل نمبر ۵ :

امام ابو القاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰؁ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا أبو عقيل أنس بن سلم الخولاني، ثنا أبو الأصبغ عبد العزيز بن يحيى الحراني، ثنا مخلد بن يزيد، عن عائذ بن شريح، عن أنس بن مالك، رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا استفتح الصلاة يكبر ثم يقول سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك، وتعالى جدك، ولا إله غيرك

۔(الدعاء للطبرانی: حدیث نمبر ۵۰۵، واللفظ لہ، المعجم الاوسط للطبرانی: ج۳: ص ۲۴۲، حدیث نمبر ۳۰۳۹)

اس سند کی تفصیل:

(۱) امام ابو القاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰؁ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) **أبو عقيل أنس بن سلم الخولاني** صدوق راوی ہیں۔(**إرشاد القاصی والدانی إلی تراجم شیوخ الطبرانی** : ص۲۱۹، رقم ۲۹۱)

(۳) **أبو الأصبغ عبد العزيز بن يحيى الحرانی**ؒ (م ۲۳۵؁ھ) سنن ابو داود اور سنن نسائی کے راوی اور صدوق ہیں۔ **(قال ابن حجر : صدوق ربما وهم تقریب : ۴۱۳۰، وقال الذہبیؒ: ثقة، الکاشف)**

(۴) مخلد بن یزید القرشی ابو یحییٰؒ (م ۱۹۳؁ھ) صحیحین کے راوی اور صدوق ہیں۔ **(قال ابن حجر : صدوق له أوهام تقریب : ۶۵۴۰، وقال الذہبیؒ: ثقة، الکاشف)**

(۵) عائذ بن شریح، امام ابن عدیؒ کے نزدیک صدوق یا ثقہ ہیں۔ **(الکامل: ج۱: ص۹۰)** جیسا کہ غیر مقلدین کا اصول ہے۔ **(انوار البدر: ص ۲۲۴)**

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:

قال أبو حاتم: في حديثه ضعف، قلت: ما هو بحجة، ولا، وجدته في كتب الضعفاء.

امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں ان کی حدیث میں ضعف ہے، ذہبیؒ فرماتے ہیں نہ وہ حجت ہیں، نہ میں نے انہیں ضعفاء کی کتاب میں پایا۔ **(تاریخ الاسلام: ج۴: ص۹۲، رقم ۱۱۷)** امام ہیثمیؒ نے ان کو ثقہ بتلایا ہے۔ **(مجمع الزوائد: حدیث ۲۶۲۲)**

امام ابن حبانؒ نے بھی ان کو معتبر بتایا ہے، جبکہ وہ ثقات کی موافقت کریں۔ **(المجروحین: ج۲: ص ۱۹۲-۱۹۳)** اور یہاں بھی انہوں نے ثقہ (حمید الطویلؒ) کی موافقت کی ہے، لہذا عائذ بن شریحؒ اس روایت میں صدوق و مقبول ہیں۔

(۶)　انس بن مالکؓ **(م ۹۳ھ)** مشہور صحابی رسول ہیں۔

لہذا یہ سند حسن ہے۔ اور اس سند میں حمید الطویلؒ پر تدلیس کا الزام بھی مردود ہے۔

دلیل نمبر ۶ :

امام ابو داودؒ **(م ۲۷۵ھ)** فرماتے ہیں:

حدثنا حسين بن عيسى، حدثنا طلق بن غنام، حدثنا عبد السلام بن حرب الملائي، عن بديل بن ميسرة، عن أبي الجوزاء، عن عائشة، قالت: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا استفتح الصلاة، قال: سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك وتعالى جدك، ولا إله غيرك۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو ثنا پڑھتے۔

(سنن ابی داود: حدیث نمبر ۷۷۶، واللفظہ لہ، المستدرک: ۱/۳۶۰، حدیث نمبر ۸۵۹)

سند کی تحقیق:

(۱)　امام ابو داودؒ **(م ۲۷۵ھ)** مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور صاحب سنن ہیں۔ **(تقریب: رقم ۲۵۳۳)**

(۲)　حسین بن عیسیٰ الطائیؒ **(م ۲۴۷ھ)** صحیحین کے راوی اور صدوق، صاحب حدیث ہیں۔ **(تقریب: ۱۳۴۰)**

(۳)　طلق بن غنّام النخعیؒ **(م ۲۱۱ھ)** صحیح بخاری کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: ۳۰۴۳)**

(۴) عبد السلام بن **حرب الملائي** (م ۱۸۷؁ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔ **(تقریب: ۴۰۶۷)**

(۵) بدیل بن میسرۃ العقیلي البصريؒ (م ۱۳۰؁ھ) صحیح مسلم کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: ٦۴٦)**

(٦) ابو الجوزاء أوس بن عبد اللہ الربعيؒ (م ۸۳؁ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: ۵۷۷)**

(۷) **عائشة: أم المؤمنين الصديقة بنت الصديق حبيبة رسول الله المبرأة من فوق سبع سماوات رضی الله عنها وأرضاها۔**

معلوم ہوا اس سند کے تمام روات ثقہ ہیں۔

چند علماء کے حوالے درج ذیل ہیں:

- عراقیؒ (م ۸۰٦؁ھ) اس حدیث کے روات کو ثقہ کہتے ہیں۔ **(المستخرج على المستدرك للعراقی: ص ۷۲)**
- امام ابو عبد اللہ الحاکمؒ (م ۴۰۵؁ھ) اور امام ذہبیؒ (م ۷۴۸؁ھ) نے اس حدیث کو شیخین کی شرط پر صحیح کہا ہے۔ **(المستدرک للحاکم مع تلخیص للذہبی: ج ۱: ص ۳٦۰، حدیث نمبر ۸۵۹)**
- امام ابو نعیم اصبہانیؒ (م ۴۳۰؁ھ) کہتے ہیں کہ: "**هذا حديث ثابت مشهور**" یہ حدیث ثابت اور مشہور ہے۔ **(حلیۃ الاولیاء: ج ۳: ص ۸۱)**
- امام ضیاء الدین مقدسیؒ (م ٦۴۳؁ھ) کہتے ہیں کہ "**رواية ما علمت فيهم مجروحًا**" ایسی روایت، جس میں مجھے کسی مجروح کا علم نہیں۔ **(شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ص ۱۳٦۳)**
- امام حسین بن محمود زیدانیؒ (م ۷۲۷؁ھ) کہتے ہیں کہ "**لكنه حديث حسن عالي الإسناد قويٌ عند أكثرهم**" لیکن اکثر محدثین کے نزدیک یہ حدیث حسن، عالی سند والی اور قوی ہے۔ **(المفاتیح شرح المصابیح: ج ۲: ص ۱۲۳)**
- فقیہ ابن مالک الکرمانیؒ (م ۸۵۴؁ھ) نے بھی یہی بات کہی ہے۔ **(شرح مصابیح: ج ۱: ص ۴۸۹)**

- ابو عبد اللہ فضل اللہ **تُورِپِشْتِي**ؒ (م ۶۶۱ھ) کہتے ہیں "**هو حديث حسن مشهور**" یہ مشہور حسن حدیث ہے۔ **(الميسر في شرح مصابيح السنة: ج۱: ص۲۳۵)**

- حافظ ابن حجرؒ بھی اس حدیث کو حسن کہتے ہے۔ **(نتائج الافکار: ج۱: ص۳۹۸)**[7]

---

[7] اس سند پر دو طرح سے کلام کیا گیا ہیں:

پہلا کلام:

اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد امام ابو داوٗدؒ کہتے ہیں:

قال أبو داود: وهذا الحديث ليس بالمشهور عن عبد السلام بن حرب لم يروه إلا طلق بن غنام وقد روى قصة الصلاة عن بديل جماعة لم يذكروا فيه شيئا من هذا۔

عبد السلام بن حربؒ سے یہ روایت مشہور نہیں، نیز اس کو عبد السلام سے روایت کرنے میں طلق بن غنّامؒ منفرد ہیں، (عبد السلام بن حربؒ کے شیخ) بدیل بن میسرةؒ سے اس روایت کو کئی لوگوں نے نقل کیا ہے، مگر کسی نے یہ الفاظ نقل نہیں کئے۔

جواب :

جواب یہ ہے کہ طلق بن غنام اور عبد السلام بن حرب، دونوں ثقہ ہیں، اور **زیادة الثقة** مقبول ہوتی ہے، جیسا کہ امام مجد الدین ابن تیمیہؒ (م ۶۵۲ھ) نے فرمایا ہے۔ **(شرح ابن ماجہ للمغلطائی : ص۱۳۶۳)**، مشہور امام، حافظ الحدیث ابو الفتح ابن سید الناسؒ (م ۷۳۴ھ)، امام ابن الجوزیؒ (م ۵۹۷ھ) اور امام ابن الملقنؒ (م ۸۰۴ھ) وغیرہ نے بھی اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ **(النفح الشذي شرح جامع الترمذي لابن سيد الناس: ج۴: ص ۲۹۱، التحقيق لابن الجوزی: ج ۱ : ص ۳۴۲، البدر المنير: ج۳: ص۵۳۳)**

دوسرا کلام:

بعض علماء نے "**ابو الجوزاء أوس بن الربعي عن عائشة**" کی سند کو منقطع کہا ہے، کہ ابو الجوزاءؒ کا عائشہؓ سے سماع ثابت نہیں۔

جواب:

اس کا جواب یہ ہے کہ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ امام مسلمؒ نے اس سند سے روایت نقل کی ہے، ان کے اصول کے مطابق یہاں امکان لقاء موجود ہے۔

قلت: حديثه عن عائشة في الافتتاح بالتكبير عند مسلم و ذكر ابن عبد البر في التمهيد أيضا أنه لم يسمع منها و قال جعفر الفريابي في كتاب الصلاة ثنا مزاحم بن سعيد ثنا ابن المبارك ثنا إبراهيم بن طهمان ثنا بديل العقيلي عن أبي الجوزاء قال أرسلت رسولا إلى عائشة يسألها فذكر الحديث. فهذا ظاهره أنه لم يشافهها لكن لا مانع من جواز كونه توجه إليها بعد ذلك فشافهها على مذهب مسلم في إمكان اللقاء۔ والله أعلم (تهذيب التهذيب: ۱/ ۳۸۴)۔

نیز حسن لغیرہ درجے کی روایت میں ابو الجوزاءؒ نے حضرت عائشہؓ سے سماع کی تصریح بھی کر دی ہے۔ **(مصنف عبد الرزاق: حدیث نمبر ۲۵۴۰، التاریخ الکبیر للبخاری: ج ۲: ص ۱۶)**، اور شیخ مبارک بن سیف الہاجری نے دلائل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ ابو الجوزاءؒ کا حضرت عائشہؓ سے سماع ثابت ہے۔ **(التابعون الثقات: ج ۱: ص ۱۰۳)** لہذا یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ نیز اس حدیث کے ۲ متابع موجود ہیں:

پہلا متابع:

امام ترمذیؒ (م ۲۷۹ھ) اور دوسرے محدثین نے حضرت عائشہؓ سے اس حدیث کو **"حدثنا الحسن بن عرفة و يحيى بن موسى قالا حدثنا أبو معاوية، عن حارثة بن أبي الرجال، عن عمرة، عن عائشة"** کی سند سے نقل کیا ہے۔ **(سنن ترمذی: ۲۴۳)**

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں مگر **حارثة بن ابی الرجال محمد بن عبد الرحمن المدنی**ؒ (م ۱۴۸ھ) **ضعیف ہیں۔ (تقریب: ۱۰۶۲)** لیکن مذکورہ بالا سند سے اس کی متابعت ہو رہی ہے۔

دوسرا متابع:

امام ابو القاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) حدیث عائشہؓ کو **"حدثنا عبد الله بن ناجية، ثنا محمد بن عمارة بن صبيح، ثنا سهل بن عامر البجلي، ثنا مالك بن مغول، عن عطاء بن أبي رباح، عن عائشة"** کی سند سے نقل کیا ہے۔ **(الدعاء للطبرانی: حدیث ۵۰۳)**

اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ ہیں مگر **سہل بن عامر بن ابی عامر البجلی**ؒ پر کلام ہے۔

امام ابو حاتمؒ فرماتے ہیں "**هو ضعيف الحديث، روى أحاديث بواطيل، أدركته بالكوفة و كان يفتعل الحديث**" وہ ضعیف الحدیث ہیں، باطل احادیث روایت کی ہیں، میں نے انہیں کوفہ میں دیکھا، وہ حدیث بناتے تھے۔ **(الجرح والتعدیل: ۴/ ۸۷۳، ۲۰۲)** امام بخاریؒ منکر الحدیث کہتے ہیں۔ **(الکامل فی الضعفاء لابن عدی: ۴/ ۵۱۶، رقم ۸۵۹)** امام دارقطنیؒ بھی کہتے ہیں کہ قوی نہیں ہیں۔ **(من تکلم فیہ الدارقطنی: ۲/ ۶۴، رقم ۱۵۸)**

دلیل نمبر ۷ :

امام احمدؒ (م ۲۴۱ھ) کہتے ہیں:

حدثنا حسن بن الربيع قال: حدثنا جعفر بن سليمان، عن علي بن علي، عن أبي المتوكل، عن أبي سعيد الخدري قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلاة قال: سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك، وتعالى جدك، ولا إله غيرك۔

حضرت ابو سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو یہ پڑھتے: **سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك، وتعالى جدك، ولا إله غيرك۔ (مسند احمد: ج۱۸: ص۱۹۹، واللفظ لہ، سنن الترمذی: ۲۴۲، سنن ابی داوٗد: ۷۷۵)**

سند کی تحقیق:

(۱) امام احمد بن حنبلؒ (م ۲۴۱ھ) مشہور ثقہ، امام ہیں۔

(۲) حسن بن الربیع البجلیؒ (م ۲۲۱ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(التقریب: ۱۲۴۱)**

(۳) **جعفر بن سليمان الضبعي**ؒ (م ۱۷۸ھ) صحیح مسلم کے راوی اور صدوق زاہد ہیں۔ **(التقریب: ۹۴۲)**

(۴) علي بن علي الرفاعيؒ سنن اربع کے راوی اور معتبر ہیں۔ **(التقریب: ۴۷۷۳)**

ان کے مقابلہ میں امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں " **لسهل أحاديث عن مالك بن مغول خاصة وعن غيره ليست بالكثيرة وأرجو أنه لا يستحق ولاَ يستوجب تصريح كذبه**" سہلؒ کی خاص طور پر مالک بن مغولؒ سے حدیثیں ہیں، دوسروں سے ان کی حدیثیں کم ہیں، مجھے امید ہے کہ وہ اس کے مستحق اور متقاضی نہیں ہیں کہ ان کی صراحتاً تکذیب کی جائے۔ **(الکامل لابن عدی: ۴/۵۱۶، رقم ۸۵۹)**

معلوم ہوا یہ سند **سهل البجلی**ؒ کی وجہ سے ضعیف ہے، البتہ متابعت میں قابل ذکر ہیں۔

لہذا ابو داود والی روایت متصل اور صحیح ہے۔ واللہ اعلم

(۵) **أبو المتوکل** الناجیؒ **(م۱۰۸ھ)** صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(التقریب: ۴۷۳۱)**

(٦) أبو سعيد الخدريؓ صحابی مشہور ہے۔ **(تقریب)**

یہ سند حسن ہے، حافظ ابن حجرؒ **(م۸۵۲ھ)** کہتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ **(نتائج الافکار: ج۱: ص ۴۱۲-۴۱۴)**، حافظ ہیثمیؒ **(م۸۰۷ھ)** کہتے ہیں: اس کے رجال ثقہ ہیں۔ **(مجمع الزوائد: حدیث ۳۵۹۳)**، امام عینیؒ **(م۸۵۵ھ)** فرماتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے۔ **(نخب الافکار: ج۳: ص ۵۲۱)**

نیز سلفی علماء مثلاً شیخ الالبانیؒ، شیخ احمد شاکرؒ، شیخ زبیر علی زئی، شیخ محمد بن آدم **الإثيوبي الوَلَّوِي** وغیرہ بھی اس حدیث کی تصحیح فرماتے ہیں۔ **(سنن الترمذی: حدیث ۲۴۲، تحقیق الالبانی، سنن الترمذی: ج۱: ص ۱۱۲، تحقیق احمد شاکر، مشکاۃ المصابیح، تحقیق زبیر علی زئی: حدیث ۱۲۱۷، ذخیرۃ العقبی في شرح المجتبی: ج۱۱: ص ۳۸۲)**[8]

---

[8] **کچھ اشکالات اور ان کے جوابات:**

امام ترمذیؒ **(م۲۷۹ھ)** اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

"وقد تكلم في إسناد حديث أبي سعيد كان يحيى بن سعيد يتكلم في علي بن علي الرفاعي وقال أحمد: لا يصح هذا الحديث"۔

حدیثِ ابو سعید خدریؓ کی سند میں کلام کیا گیا ہے، یحیٰی بن سعیدؒ، علی بن علیؒ پر کلام کرتے تھے، اور امام احمدؒ نے فرمایا یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

امام ترمذیؒ کی جرح کا جواب دیتے ہوئے امام مغلطائیؒ **(م۷۶۲ھ)** کہتے ہیں:

"وفيه نظر، لأني لم أر أحدا ذكر عن يحيى بن سعيد فيه كلاما"۔

یہ بات قابل غور ہے اسلئے کہ میں نے نہیں دیکھا کہ کسی نے بھی یحیٰی بن سعیدؒ سے ان کے بارے میں کلام کرنا نقل کیا ہو۔ **(اکمال تہذیب الکمال: ۹/ ۳٦۴، رقم ۳۸۳۵)**

جہاں تک امام احمدؒ کا کلام ہے، تو اس کی کوئی وجہ حضرت امام احمدؒ نے ذکر نہیں فرمائی، البتہ امام ابو داؤدؒ اپنی سنن میں فرماتے ہیں:

"وهذا الحديث يقولون هو عن علي بن علي عن الحسن مرسلا، الوهم من جعفر"

دلیل نمبر ۸ :

امام ابن الاعرابیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں :

نا محمد بن بشر بن مطر أخو خطاب القاضي، نا أحمد بن حاتم الطويل، نا علي بن عابس، عن أبي إسحاق، عن أبي عبيدة، عن عبد الله، أن النبي صلى الله عليه وسلم وأبا بكر، وعمر كانوا يستفتحون الصلاة۔

نبی ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ نماز کے شروع میں ثنا پڑھتے تھے۔ **(معجم ابن الاعرابی: ج ۱: ص ۳۶۳، رقم ۷۰۳)**

سند کی تحقیق:

(۱)　احمد بن محمد ابو سعید ابن الاعرابیؒ (م ۳۴۰ھ) مشہور ثقہ مکثر ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۷۳۳، رقم ۳۰۷) (الدلیل المغنی: صفحہ ۱۲۴، رقم الترجمۃ: ۸۸)**

(۲)　محمد بن بشر ابو بکر البغدادی الوراقؒ (م ۲۸۵ھ) ثقہ ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۸۰۰، رقم ۴۲۰)**

اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ حدیث علی بن علی رفاعیؒ، حضرت حسن بصریؒ سے مرسلاً روایت کرتے تھے، اس میں جعفر الضبعی کو وہم ہوا ہے (کہ انہوں نے مرفوعاً و مسنداً ذکر کیا ہے)۔

امام احمدؒ نے یہی جرح کی ہے لیکن علی الرفاعیؒ کے بارے میں کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ **"أنه رفع أحاديث"** انہوں نے بعض احادیث کو (جو مرفوع نہیں تھیں) مرفوعاً نقل کیا ہے۔

لیکن اس حدیث کے کئی شواہد موجود ہیں، جو کہ گزر چکے، جن کی وجہ سے یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔ واللہ اعلم

یہی وجہ ہے کہ کئی ائمہ اور علماء نے اس کی تصحیح فرمائی ہے، جیسا کہ گزر چکا۔

نیز غیر مقلد عالم و محدث شیخ ناصر الدین البانیؒ فرماتے ہیں:

"قلت: لا شك عندنا في أن الحديث صحيح، وقد عرفت الجواب عمّا أُعِل به، لا سيما وأن له شواهد كثيرة تقويه"۔

میں کہتا ہوں: ہمیں اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور اس میں جو علت بیان کی گئی ہے، اس کا جواب آپ نے جان لیا، خاص طور پر جبکہ اس حدیث کے بہت سے شواہد ہیں، جو اسے تقویت دے رہے ہیں۔ **(صحیح أبي داوٗد الأم: ۳/۳۶۳، رقم الحدیث ۷۴۸)**

(۳) احمد بن حاتم بن یزید الطویلؒ (م ۲۲۷ھ) بھی ثقہ ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۵: ص ۵۰۵، رقم ۳)**

(۴) علی بن عابس الازدی الکوفی ضعیف ہیں۔ **(تقریب: ۴۷۵۷)**

لیکن امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) یہی روایت[9] ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ولعلي بن عابس أحاديث حسان ويروي عن أبان بن تغلب وعن غيره أحاديث غرائب، وهو مع ضعفه يكتب حديثه۔

ان سے حسن حدیثیں بھی (مروی) ہیں، ابان بن تغلب اور دوسروں سے انہوں نے غریب حدیثیں نقل کی ہیں، ضعف کے باوجود (وہ اس درجہ کے ہیں کہ) ان کی حدیث لکھی جائے گی۔ **(الکامل: ج ۴: ص ۳۲۴، رقم ۱۳۴۷)**

امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) فرماتے ہیں، ان کی حدیث اعتبار کیلئے لی جائے گی۔

(موسوعة أقوال الامام الدارقطني: ج ۲: ص ۴۶۴، رقم ۲۴۶۷)

اس سے معلوم ہوا کہ علی بن عابس الکوفیؒ کی حدیثیں متابعت میں لی جائیں گی۔

(۵) ابو اسحاق عمرو بن عبد اللہ سبیعیؒ (م ۱۲۹ھ) کے بارے میں حافظؒ کہتے ہیں: **"ثقة، مكثر عابد، اختلط بأخرة"**۔ **(تقریب: ۵۰۶۵)** **"ابو اسحاق عن ابی عبیدۃ"** یہ بخاری کی شرط پر ہے۔

(۶) اَبو عبیدۃ ابن عبد اللہ بن مسعودؒ (م ۸۰ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ **(تقریب: ۸۲۳۱)**[10]

---

[9] امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کہتے ہیں:

حدثنا العباس بن محمد بن العباس، حدثنا أحمد بن عمر، وأبو الطاهر، قال: حدثنا ابن وهب، عن علي بن عابس عن ليث بن أبي سليم، عن أبي عبيدة بن عبد الله بن مسعود، عن أبيه كان رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأبو بكر وعمر رضي الله عنهما يقرأون في أول الصلاة سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك، ولا إله غيرك قال وكان ابن مسعود يفعل ذلك۔ (الکامل لابن عدی: ج ۶: ص ۳۲۳-۳۲۴) اس روایت میں موجود ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ کا اپنا عمل بھی یہی تھا۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھئے **ص: ۲۱**۔

[10] اَبو عبیدۃؒ کا ان کے والدؓ سے سماع ثابت ہے، جس کی تفصیل **ص: ۴۶** پر موجود ہے۔

(۷)　عبد اللہ بن مسعودؓ مشہور صحابی رسول ہیں۔

اگرچہ علی بن عابس الکوفیؒ کی وجہ سے اس سند میں ضعف ہے، لیکن ابن جریجؒ (م ۱۵۰؁ھ) نے اپنی صدوق استاذ سے یہی روایت مرسلاً نقل فرمائی ہے، چنانچہ امام عبد الرزاق الصنعانیؒ (م ۲۱۱؁ھ) فرماتے ہیں:

عن ابن جريج قال: حدثني من أصدق، عن أبي بكر، وعن عمر، وعن عثمان، وعن ابن مسعود، أنهم كانوا إذا استفتحوا قالوا سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك، وتعالى جدك، ولا إله غيرك۔

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن مسعودؓ نماز کے شروع میں ثناء پڑھتے تھے۔

(مصنف عبد الرزاق: حدیث ۲۵۵۸)

اس سند میں امام ابن جریجؒ (م ۱۵۰؁ھ) فرماتے ہیں: '**حدثني من أصدق**' مجھ سے اس نے حدیث بیان کی جس کی میں تصدیق کرتا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ وہ راوی، امام ابن جریجؒ کے نزدیک صدوق تھے۔

ان دونوں روایتوں سے پتہ چلا کہ حضور ﷺ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، اور حضرت ابن مسعودؓ نماز کے شروع میں ثناء پڑھتے تھے، اور یہ دونوں روایات شواہد کی وجہ سے حسن اور مقبول ہیں۔[11]

---

[11] **شاہد نمبر ۱:**

صحیح وحسن روایات گزر چکیں کہ نبی ﷺ نماز کے شروع میں "ثنا" پڑھتے تھے، ایک حدیث حضرت جابر بن عبد اللہؓ کے طریق سے بھی آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز کے شروع میں "ثنا" پڑھتے تھے۔ **(سنن کبری بیہقی: ج ۲: ص ۵۲، حدیث ۲۳۵۱، و اسنادہ حسن)**
اسی طرح ابن مسعودؓ سے بھی مرفوعاً دوسری سند سے یہی روایت وارد ہوئی ہے۔ چنانچہ امام ابو القاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰؁ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي، ثنا أبو كريب، ثنا فردوس الأشعري، ثنا مسعود بن سليمان قال: سمعت الحكم يحدث، عن أبي الأحوص، عن عبد الله قال: كان النبي صلى الله عليه وسلم إذا افتتح الصلاة قال: سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك، وتعالى جدك، ولا إله غيرك۔

حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع فرماتے تو ثنا پڑھتے۔ **(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰۱۱۷)**، اس کی سند میں مسعود بن سلیمان مجہول ہیں، جیسا کہ امام ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد میں واضح کیا ہے، لیکن بہر حال شواہد میں قابل ذکر ہے۔

شاہد نمبر ۲ :

امام، حافظ عبد اللہ بن وہبؒ (م۱۹۷ھ) فرماتے ہیں:

أخبرك عمرو بن الحارث، وابن لهيعة، عن خالد بن أبي عمران، أن سالم بن عبد الله، ونافعاً حدثاه، أن عمر بن الخطاب كان لا يكبر حتى يلتفت إلى الصفوف ويعتدل، فإذا اعتدل كبر ثم قال: سبحانك اللهم وبحمدك تبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك رافعاً بها صوته، وأن أبا بكر الصديق كان يفعل ذلك۔

خالد بن ابی عمرانؒ سے روایت ہے کہ سالم بن عبد اللہؒ اور نافعؒ نے ان سے بیان کیا کہ حضرت عمرؓ اس وقت تک تکبیر (تحریمہ) نہیں کہتے جب تک کہ صفوں کی طرف التفات نہ کر لیتے اور درستگی نہ ہو جاتی، جب درستگی ہو جاتی تو تکبیر کہتے، پھر آپ بآوازِ بلند ثنا پڑھتے، اور ابو بکرؓ سے اسی طرح کیا کرتے تھے۔ **(الجامع لابن وھب: ج ۱: ص ۲۳۳)**

اس سند کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور روایت صحیح مرسل ہے، اسی طرح یہی روایت ایک اور سند سے بھی آئی ہے۔
(الاوسط لابن المنذر: ج۳: ص ۸۲، واسنادہ حسن مرسل)

شاہد نمبر ۳ :

امام ابو بکر ابن ابی شیبہؒ (م۲۳۵ھ) کہتے ہیں:

نا أبو خالد الأحمر، عن ابن عجلان، قال: بلغني أن أبا بكر، كان يقول مثل ذلك۔

ابن عجلانؒ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ابو بکرؓ (بھی) اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ **(المصنف لابن بی شیبۃ: ج ۲: ص ۳۹۶)**

یہ روایت بھی صحیح مرسل ہے۔

شاہد نمبر ۴ :

عمرؓ سے مروی صحیح روایات تفصیلی طور پر **"دلیل نمبر ۱"** کے تحت گزر چکیں کہ وہ بھی نماز کے شروع میں **"ثنا"** پڑھتے تھے۔

شاہد نمبر ۵ :

امام دار قطنیؒ (م۳۸۵ھ) فرماتے ہیں:

حدثنا يعقوب بن إبراهيم البزاز ثنا الحسن بن عرفة ثنا أبو بكر بن عياش عن عاصم عن أبي وائل قال: كان عثمان إذا افتتح الصلاة يقول: سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك يسمعنا ذلك۔

حضرت ابو وائلؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ جب نماز شروع فرماتے تو ثنا پڑھتے، (اور) اسے (بلند آواز سے پڑھ کر) ہمیں سناتے۔ **(سنن دار قطنی: ج ۲: ص ۶۵، حدیث نمبر ۱۱۵۴)**

سند کی تحقیق:

(۱) امام دار قطنیؒ **(م ۳۸۵ھ)** مشہور ثقہ، امام اور حافظ الحدیث ہیں۔ **(تاریخ الاسلام)**

(۲) **يعقوب بن إبراهيم بن أحمد، أبو بكر البغداديّ البزاز، عرف بالجراب** ثقہ ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ۷/۴۶۹، رقم ۱۱۰)**

(۲) **الحسن بن عرفةؒ** بھی **الإمام، المحدث، الثقة** ہیں۔ **(سیر: ۱۱/۵۴۷، رقم ۱۶۳)**

(۳) ابو بکر بن عیاش اسدی کے بارے میں حافظؒ کہتے ہیں: **ثقة عابد إلا أنه لما كبر ساء حفظه و كتابه صحيح۔ (تقریب: ۷۹۸۵)**

اور ابن عدیؒ نے صراحت فرمائی کہ جب ان سے ثقہ راوی روایت کریں تو ان کی حدیث منکر نہیں ہو گی۔
اور یہاں بھی ان سے ثقہ راوی حسن بن عرفہؒ نے روایت کیا ہے۔ لہذا یہاں پر وہ ثقہ ہیں۔

ابن حبانؒ نے بھی ان کو صالح الاحتجاج تسلیم کیا ہے، جب تک کہ ان سے غلطی ثابت نہ ہو۔ **(کتاب الثقات: ج ۷: ص ۶۷۰)**
اور اس روایت میں بھی ان سے غلطی ہونا ثابت نہیں، لہذا یہاں پر وہ صالح الاحتجاج ہیں۔

(۴) **عاصم بن بهدلةؒ** بھی صدوق ہیں۔ **(تقریب: ۳۰۵۴)**

(۵) ابووائل شقیق بن سلمہ الکوفیؒ بھی ثقہ ہیں۔ **(تقریب: ۲۸۱۶)**

(۶) عثمان بن عفانؓ امیر المؤمنین اور صحابی جلیل ہیں۔

لہذا یہ سند حسن ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت عثمانؓ سے بھی نماز کے ابتداء میں **"ثنا"** پڑھنا ثابت ہے۔

شاہد نمبر ۶:

امام ابن ابی شیبہؒ **(م ۲۳۵ھ)** فرماتے ہیں:

حدثنا عبد السلام، عن خصيف، عن أبي عبيدة، عن عبد الله، أنه كان إذا افتتح الصلاة، قال: سبحانك اللهم و بحمدك، وتبارك اسمك وتعالى جدك، ولا إله غيرك۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: حدیث نمبر ۲۴۰۶)

ائمہ وعلماء کا مسلک:

امام، حافظ ابو عیسی الترمذیؒ (م ۲۷۹؁ھ) فرماتے ہیں کہ **"والعمل علی هذا عند أكثر أهل العلم من التابعين وغيرهم"** تابعین اور دیگر **اکثر اہل علم** کا مسلک نماز کے ابتداء میں "ثناء" پڑھنے کا ہے۔ **(ترمذی: ج ۲: ص ۹)**

امام ابن رجبؒ (م ۷۹۵؁ھ) کہتے ہیں:

"صح هذا عن عمر بن الخطاب، روي عنه من وجوه كثيرة وعن ابن مسعود، وروي عن أبى بكر الصديق، عثمان بن عفان، وعن الحسن، وقتادة، والنخعی، وهو قول الأوزاعی، والثوري، وأبى حنيفة، وابن المبارك، وأحمد وإسحاق -فى رواية" ۔

---

(۱) اَبو بکر بن ابی شیبہؒ (م ۲۳۵؁ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ **(تقریب)**

(۲) عبد السلام بن حرب الملائیؒ (م ۱۸۷؁ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ حافظ ہیں۔ **(تقریب: ۴۰۶۷)**

(۳) خصیف بن عبد الرحمن الجزریؒ (م ۱۳۷؁ھ) سنن اربع کے راوی، **صدوق سیء الحفظ، خلط بآخرة** ہیں۔ **(تقریب: ۱۷۱۸)** اور ایسا راوی غیر مقلدین کے نزدک حسن الحدیث ہوتا ہے۔ **(انوار البدر: ص ۱۷۴)**

امام ذہبیؒ نے کہا کہ ان کا حال صحت کے قریب ہے۔ **(دیوان الضعفاء: رقم ۱۲۶۹)**

اور "**عبد السلام بن حرب عن خصیف**" کی حدیث کو امام ترمذیؒ (م ۲۷۹؁ھ) امام ابن الجارودؒ (م ۳۰۷؁ھ) امام حاکمؒ (م ۴۰۵؁ھ) وغیرہ نے صحیح کہا ہے۔ **(سنن ترمذی: حدیث ۸۱۹، المنتقی لابن الجارود: حدیث ۳۴۴، المستدرک: ج ۲: ص ۵۲۶، ح ۳۹۲۱)**
یعنی ان ائمہ کے نزدیک عبد السلامؒ کا سماع خصیفؒ سے انکے اختلاط سے پہلے ہوا ہے جیسا کہ اہل حدیثوں کے کا اصول ہے۔ **(مجلہ الاجماع: ش ۷: ص ۲۵)**

(۴) اَبو عبیدۃ ابن عبد اللہ بن مسعودؒ (م ۸۰؁ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۵) عبد اللہ بن مسعودؓ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

معلوم ہوا کہ خود ابن مسعودؓ بھی نماز کے ابتداء میں **"ثناء"** پڑھتے تھے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ رسول ﷺ، ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، اور ابن مسعودؓ ﷺ وغیرہ نماز کے ابتداء میں **"ثنا"** پڑھتے تھے۔

حضرت عمرؓ سے یہ صحیح سند سے منقول ہے، آپؓ سے یہ بہت سی سندوں سے مروی ہے، نیز ابن مسعودؓ، ابو بکر صدیقؓ، عثمان بن عفانؓ، حسن بصریؒ، قتادةؒ، نخعیؒ، یہی امام اوزاعی، امام ابو حنیفہ، امام ابن المبارک، امام احمد بن حنبل، اور –ایک روایت میں امام اسحاق رحمہ اللہ اجمعین کا قول ہے۔ **(فتح الباری لابن رجب: ج٦: ص٣٦٦)**،

اور یہی قول امام حسن بن صالح بن حیؒ (**م ١٦٩ھ**)، امام ابو یوسفؒ (**م ١٨٢ھ**) امام محمدؒ (**م ١٨٩ھ**) کا بھی ہے۔ **(الاستذکار لابن عبد البر: ج٣: ص٤٠، الأصل المعروف بالمبسوط للشيباني: ج١: ص١، ٣)**

نكتة مهمة:

امام مرعی بن یوسف کرمیؒ (**م ١٠٣٣ھ**) نے فقہ حنبلی میں **'دليل الطالب لنيل المطالب'** نامی کتاب تصنیف کی، سلفی عالم شیخ إبراهیم بن محمد ابن ضویانؒ (**م ١٣٥٣ھ**) نے اس کی شرح **"منار السبيل في شرح الدليل"** لکھی۔

غیر مقلد عالم و محدث، شیخ ناصر الدین البانیؒ نے منار السبیل کی احادیث کی تخریج کی، ان کی کتاب کا نام ہے **"إرواء الغليل في تخريج أحاديث منار السبيل"**۔

(بعض عرب علماء کہتے ہیں کہ شیخ نے اپنے مخالفین کے لئے سخت زبان استعمال کی ہے)

شیخؒ نے اپنی کتاب میں اس حدیث کو بھی ذکر کیا، اور اس کی تصحیح کی ہے، نیز اس پر جتنے اعتراضات کئے گئے ہیں، ان کا جواب بھی دیا ہے، دیکھئے **(إرواء الغليل: جلد ٢: صفحہ ٥٠ – ٥٢، حدیث ٣٤١)**

پھر سلفی سعودی عالم، شیخ احمد الخلیل نے شیخ البانیؒ کی کتاب إرواء الغلیل کے رد میں کتاب لکھی، جس کا نام ہے: **"مستدرك التعليل على إرواء الغليل"** جس میں بقول انکے شیخ کی کئی "**منہجی**" غلطیوں پر تنبیہ کی، شیخ کو نصیحت بھی کی، البتہ یہ بات قابل ملاحظہ ہے کہ کئی جگہ، جہاں دوسرے سلفی علماء کی تحقیق بھی شیخ البانیؒ کے موافق تھی، شیخ احمد الخلیل نے تردید صرف شیخ البانیؒ کی کی ہے، وجہ کیا ہے یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

شیخ احمد الخلیل نے محدثین کو متقدمین اور متاخرین میں تقسیم کیا، اور ایک طرح سے متقدمین ائمہ جرح و تعدیل کی تقلید کا حکم دیا۔

ویسے شیخ البانیؒ سے سعودی علماء کا سیاسی اختلاف بھی تھا، شیخؒ نے وہاں کی حکومت کی بعض چیزوں پر تنقید کی تھی، جس پر شیخ کو سعودیہ چھوڑنا پڑا تھا، کئی سال تک ہم نے خود نوٹ کیا کہ حرمین شریفین کے خطبوں میں، احادیث کی تصحیح وتضعیف میں شیخ البانیؒ کا نام تک نہیں لیا جاتا، اس کے بجائے "بعض محققین نے اسے صحیح کہا ہے" کہا جاتا۔

اس کتاب میں شیخ احمد الخلیل نے بھی حضرت ابو سعیدؓ کی اس حدیث کا تذکرہ کیا ہے، اور استفتاح صلاۃ سے متعلق تمام مرفوع روایتوں کو رد کر دیا، اور شیخ البانی کی تحقیق سے اختلاف کیا ہے۔

"الحديث لا يصح مرفوعاً" یہ حدیث مرفوعاً صحیح نہیں ہے۔ **(مستدرک التعلیل: جلد ۱: صفحہ ۲۱۰)**

پھر سعودی شیخ دکتور أحمد الخلیل کے رد میں دوسرے سلفی شامی عالم شیخ أبو العینین نے ایک کتاب تالیف کی، **"إقامة الدليل على علو رتبة إرواء الغليل"** نامی، اس میں شیخ البانیؒ کا خوب دفاع کیا۔

سلفی شامی عالم شیخ ابو العینین نے اس حدیث کے بارے میں شیخ البانیؒ کی تحقیق سے اتفاق کرتے ہوئے لکھا: **"الراجح عندي صحيح بمجموع طرقه"** میرے نزدیک راجح یہ ہے کہ یہ حدیث مجموع طرق کی وجہ سے صحیح ہے۔ **(إقامة الدليل: صفحہ ۱۶۴، رقم الحدیث ۳۶)**

شیخ ابو العینین ہی کی طرح شیخ أبو عبد الرحمن العبیلان نے بھی شیخ البانیؒ کی کتاب کا دفاع کرتے ہوئے سعودی سلفی عالم ڈاکٹر احمد الخلیل کی کتاب کا رد لکھا ہے، شیخ عبیلان کی کتاب کا نام ہے **"رد الجميل في الذب عن إرواء الغليل"**۔

شیخ عبیلان، ڈاکٹر احمد الخلیل کے بارے میں کہتے ہیں:

واعتمد الدكتور أحمد على التقليد، وكأن أقوال أهل العلم في الرجال وعلل الحديث وَحيٌ منزل من السماء لا تجوز مخالفته، وكأنهم لم يختلفوا في ذلك۔

"ڈاکٹر احمد الخلیل نے تقلید پر اعتماد کیا ہے، اور رواۃ حدیث اور علل حدیث کے بارے میں اہل علم کے اقوال گویا آسمانی وحی ہیں جن کی مخالفت جائز نہیں، اور گویا اہل علم کا اس چیز میں کبھی اختلاف ہوا ہی نہیں۔ **(رد الجمیل: صفحہ ۵)**

شیخ العبیلان، ڈاکٹر احمد الخلیل کے، اس حدیث سے متعلق کلام کے بارے میں کہتے ہیں:

"لسنا في حاجة للرد على هذا الكلام، فإن الحديث اشتهر عند المسلمين، بل ربما أكثرهم لا يعرف غيره، فهو مما تلقَّتهُ الأُمَّةُ بالقَبول"

ہمیں اس بات کا جواب دینے کی ضرورت ہی نہیں، اس لئے کہ یہ حدیث مسلمانوں کے نزدیک مشہور ہے، بلکہ بہت سے مسلمان اس کے علاوہ کوئی دعاء جانتے ہی نہیں، گویا اس دعاء کو امت کی تلقی بالقبول حاصل ہے۔

(یاد رہے کہ غیر مقلدین کئی جگہ پر تلقی بالقبول کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں)

سلفی عالم شیخ عبیلان نے حدیثِ ناحیہ کی بجائے اصولی انداز میں افتتاح صلاۃ کے موقع پر ثنا پڑھنے کو ترجیح دی ہے۔ **(رد الجمیل: صفحہ ۲۳۰، حدیث ۳۶)**

خلاصہ:

- نماز کے شروع میں ثناء پڑھنا، قرآن کریم کی تفسیر، کئی احادیث مرفوعہ، کبارِ صحابہ کے عمل سے ثابت ہے۔
- فرض نماز کے شروع میں اسے پڑھنا نبی اکرم ﷺ کی سنت مستمرہ رہی ہے۔
- حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کرام کا عمل اسی پر ہے۔
- **"ثناء"** اللہ تعالیٰ کے محبوب کلاموں میں سے ہے۔[12]

[12] حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **"إن أحب الكلام إلى الله أن يقول العبد سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك وإن أبغض الكلام إلى الله أن يقول الرجل للرجل اتق الله فيقول عليك نفسك"** "اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت پسندیدہ کلام یہ ہے کہ بندہ کہے **"سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك ولا إله غيرك"** اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے ناپسندیدہ کلام یہ ہے کہ ایک شخص کسی سے کہے کہ اللہ سے ڈرو، تو سامنے والا کہے کہ تم اپنا کام کرو۔ **(عمل الیوم واللیلۃ للنسائی: صفحہ ۴۸۸، حدیث: ۸۴۸ واسنادہ صحیح، نیز دیکھئے حدیث نمبر ۸۵۰-۸۵۲)** معلوم ہوا یہ کلمات اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہیں، اس لئے اسے نماز میں شروع میں رکھا گیا، نیز نماز کے اخیر میں پڑھی جانے والی دعاؤں میں سے، اس دعاء کو ترجیح دینے کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ نماز کا شروع واخیر، دونوں اللہ تعالیٰ کے محبوب کلمات پر مشتمل ہوں۔

- اسی دعاء پر اکثر امت کا عمل ہے، جیسا کہ شروع میں ذکر کیا گیا۔
- امت مسلمہ میں اس دعاء کو تلقی بالقبول حاصل ہے۔
- دوسری دعاؤں کے مقابلہ میں یہ مختصر ہے۔ چنانچہ سلفی عالم کبیر اور مفتی مملکہ شیخ ابن بازؒ کہتے ہیں:

إن دعاء الاستفتاح ليس بواجب، بل هو سنة، وله أنواع، أقصرها ما ثبت من حديث عائشة وأبي سعيد رضي الله عنهما، وجاء أيضا حديث عمر: «سبحانك اللهم وبحمدك، وتبارك اسمك وتعالى جدك، ولا إله غيرك هذا أقصرها۔

"دعاء استفتاح واجب نہیں سنت ہے، اور اس کی مختلف قسمیں ہیں، جن میں سب سے مختصر وہ ہے جو حضرت عائشہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ کی حدیث سے ثابت ہے، عمرؓ کی بھی حدیث ہے، سبحانک اللہ الخ، یہ ان دعاؤں میں سب سے مختصر ہے"۔ **(فتاویٰ نور علی الدرب:۸/۱۶۵)**

اور تمام علماء کا کہنا ہے کہ فرض نماز مختصر پڑھانی چاہیے۔ (الاقناع فی مسائل الاجماع للفاسی: جلد ۱: صفحہ ۱۵۰، رقم ۷۸۲)

لہذا یہ دعاء فرض نماز کے زیادہ موافق ہے، اور بقیہ دعائیں نوافل میں پڑھ لی جائیں۔ واللہ اعلم